نہیں کرتا، وہ "مبتدع" ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "**إنّ أهل البدع كلابُ أهلِ النّار**" [دعوات صوفیه ص: ۲۰۰، الزواجر عن اقتراف الكبائر لابن حجر الهيتمي ۱/ ۳۷] "بے شک بدعتی لوگ جہنم والوں کے کتے ہیں۔"

آئینہ نوربخشی، چودہ روحانی نعروں میں سے آٹھواں نعرہ "متابعت سنت" ہے۔ [دعوات صوفیہ صفحہ ۱۹۷]

علامہ محمد بن ابوبکرت: ٦٦٦ لکھتے ہیں: **البدعةُ: الحَدَث في الدِّينِ بعدِ الإكْمالِ** [مختار الصحاح ص ٢٤] "دین کے کامل کر دیے جانے کے بعد اس میں کوئی نئی بات پیدا کرنا بدعت ہے۔" امام راغب فرماتے ہیں: **البدعةُ في المذهبِ إيرادُ قولٍ لم يَسُنَّ به قائلُها وفاعلُها فيه بصاحب الشريعةِ** صلى الله عليه وآله وسلم **وأماثِلِها المُتقدمةِ**. [المفردات] "مذہب میں بدعت یہ ہے کہ ایسی بات کی جائے، جس میں اس کا قائل وفاعل صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی سابقہ مثالوں اور اس کے پختہ اصولوں کی پیروی نہ کر رہا ہو۔"

دین اسلام جامع، کامل اور حیاتِ انسانی کے سارے مسائل پر حاوی ضابطہ حیات ہے۔ اس میں کسی اضافے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسی لیے ارشاد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: "**مَن عملَ عملاً ليسَ عليهِ أمرُنا فهُوَ رَدٌّ**" [بخاري كتاب الاعتصام باب ٢٠ وكتاب البيوع باب النجش تعليقًا، مسلم ١٨(١٧١٨)] "جس شخص نے بھی ہمارے دین میں کوئی ایسی بات پیدا کی، جس پر ہمارا حکم نہ ہو، تو وہ رد ہے۔"

دعا ہے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو سنت نبوی پر پابندی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

بدعت میں تقلید کا انجام: ﴿**إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ○ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا ۗ كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُم بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ○**﴾ [البقرة ١٦٦-١٦٧]

مفہوم: روزِ قیامت فرقہ پرست مذہبی پیشوا عذاب الٰہی کو دیکھ کر اپنے مقلدین سے براءت کریں گے، آپس کے سارے روابط (عقیدت، تقلید، تعصب، مریدی وغیرہ) ٹوٹ جائیں گے۔ اب مقلدین تمنا کریں گے: کاش ہمیں دنیا میں لوٹایا جاتا تو اپنے ان پیشواؤں سے اسی طرح بری ہو جاتے۔ وہ اپنے اعمال پر حسرت کریں گے اور جہنم سے نہیں نکل سکیں گے۔

اخوت اسلامی: قسط (۳۹)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روئے زمین کا افضل طبقہ

سردارِ نوجوانِ جنت حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ

عبدالرحیم روزی

خلافت سے دستبرداری

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ جناب حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف ایسے لشکروں کے ساتھ رخ کیا، جو پہاڑوں کی مانند تھے، تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں ایسے دستوں کو دیکھتا ہوں جو شکست کھانے کا نام نہیں لیتے، جب تک تو ان کے سربرآوردہ لوگوں کو قتل نہ کرے۔'' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اور وہ ان دونوں میں سے اچھے تھے: ''أی عمرُو! إن قتلَ هؤلاءِ هؤلاءِ، وهؤلاء هؤلاء، مَن لي بأمور الناس؟ مَن لي بنسائِهم؟ مَن لي بضَيعَتِهم؟! اے عمرو! اگر یہ لوگ ان کو قتل کریں اور وہ ان کو قتل کریں، تو کون مجھے لوگوں کے امور کی ضمانت دے! ان کی خواتین میرے لیے کون سنبھالے، ان کے بچے واملاک کون سنبھالے گا؟!

پھر اس نے قریشی بنو عبد شمس کے دو آدمی عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن کریز کو بھیجا اور کہا: ''اذهبا إلى هذا الرجلِ فأعرِضا عليه، وقُولا له واطلُبا إليه. فأتَياهُ فدَخَلا عليهِ فتكلما وقالا له وطلبا إليهِ'' تم دونوں اس بندے کے پاس جاؤ، اسے پیش کش کرو، بات چیت کرو اور اس کی طرف طلب کرو۔ چنانچہ وہ دونوں اس کے پاس گئے، داخل ہو کر دونوں نے بات کی اور عرض پیش کی۔

فقال الحسن بن علي: "إنا بنو عبدِ المطلب قد أصبنا مِن هذا المال، وإنّ هذه الأمةَ قد عاثتْ في دمائِها" ''ہم اولادِ عبدالمطلب کو اس مال میں سے ملا اور یہ امت اپنے خون میں فساد مچا رہی ہے۔''

قالا: ''فإنه يعرض عليک كذا وكذا ويطلب إليک ويسألک'' دونوں نے کہا کہ وہ آپ پر اس قسم کی پیش کش کرتا ہے، آپ سے معروضات پیش کرتا ہے، مطالبہ کرتا ہے اور (مثبت جواب) مانگتا ہے۔

قال: ''فمن لي بهذا؟'' کہا: ان کی گارنٹی مجھے کون دے گا؟

قالا: ''نحن لک به. فما سألَهما شيئًا إلا قالا: نحنُ لکَ بهِ'' دونوں نے کہا: ہم اس کے ذمہ دار

ہیں۔ چنانچہ آپ ﷛ نے ان دونوں سے جو بھی مطالبہ کیا، دونوں نے کہا ہم آپ کے لیے اس کی گارنٹی دیتے ہیں۔

قال الحسن ﷛: ولقد سمعت أبا بكرة ﷛ يقول: قال النبي ﷺ علَى المنبر والحسنُ بنُ علي إلىٰ جنبه وهو يُقبل إلى الناس مرةً وعليه أخرىٰ ويقولُ "إنّ ابني هذا سيدٌ، ولعلَّ اللّٰهَ أن يُصلِحَ به بينَ فِئتينِ عظيمتينِ مِنَ المسلمينَ" جناب حسن ﷛ نے کہا: بیشک میں نے ابوبکرہ ﷛ سے سنا ہے کہ اس نے نبی ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا جبکہ حسن بن علی ﷛ آپ ﷺ کے پہلو میں تھا۔ آپ ﷺ کبھی لوگوں کی طرف اور کبھی اس کی طرف پھرتے اور فرماتے تھے: ''بیشک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو بڑے مسلمان گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔'' [البخاري في الصلح باب ۹ وفي الفتن باب ۲۰]

نبی اکرم ﷺ کی یہ پیشگوئی کہ ''اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو بڑے مسلمان گروہوں میں صلح کرائے گا'' محض ایک اطلاع نہ تھی، جو دوسری قسم کی پیشگوئیوں کی طرح حضرت حسن ﷛ اور دوسرے مسلمان صرف سن کر تصدیق کر لیں؛ بلکہ آپ ﷛ کے لیے یہ ایک رہنما اشارہ اور تلقین کی نوعیت رکھنے والا مقولہ وحکم بھی تھا۔ اس حکم کی تعمیل کر کے اس کی فضیلت حضرت حسن ﷛ ہی حاصل کرنے والے تھے۔ یہ اندازہ قوی طور پر کیا جا سکتا ہے کہ اس ارشاد نے آپ ﷛ کی پوری زندگی کے رجحانات اور اعمال کا رخ مقرر کرنے میں زبردست کام دیا ہوگا اور اعصاب واحساسات پر طاری رہا ہوگا۔

آپ ﷛ نے اس پیشگوئی کو صرف ایک خبر کے طور پر نہیں لیا؛ بلکہ اپنے لیے واجب اتباع اور مرغوب حکم کے طور پر قبول کر لیا۔ اس پیشگوئی میں صلح وصفائی اور اس میں پہل کرنے کی ترغیب اور فضیلت بھی پنہاں تھی۔ آپ ﷛ کی عظیم شخصیت میں نبی کریم ﷺ کی پیشگوئی اور دعاؤں کا اثر تھا۔

امام ابن کثیر رقمطراز ہیں: ''بیعت تو اہل کوفہ اور لوگوں نے کی۔ آپ ﷛ قتال کے لیے شام کی طرف بڑھے، اتنے میں ایک سپہ سالار قیس بن سعد کے قتل کی افواہ سن کر لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ وہ ایک دوسرے کے سامان لوٹنے لگے، یہاں تک کہ آپ ﷛ کا خیمہ تک اکھاڑ لے گئے۔ جس بستر پر تھے، وہ کھینچ کر اٹھانے لگے اور آپ ﷛ کو زخم بھی آیا۔

مختار بن ابی عبید ثقفی نے اپنے چچازاد گورنر مدائن سعد بن مسعود کو مشورہ دیا کہ حسن ﷛ کو پکڑو اور قید کر کے امیر معاویہ ﷛ کے پاس بھیج دو۔ تم کو دولت وعزت حاصل ہوگی؛ مگر سعد ؒ نے اس رائے کو سختی سے مسترد کر دیا۔

چنانچہ آپ ﷛ اہل عراق کی جنگ سے پہلو تہی اور آپس کے اختلاف وانتشار سے بیزار اور مایوس ہوئے اور امیر معاویہ ﷛ کو ایک خط لکھا جس میں صلح کی تجویز تھی۔ اس پر امیر معاویہ ﷛ کے حق میں اتفاق رائے ہو گیا۔

علماء نے اس امر پر کافی بحث کی ہے کہ صلح وصفائی کے لیے پیش قدمی جناب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے پہلے ہوئی یا معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے، جیسا کہ ابن بطالؒ نے کہا ہے۔

ابن حجرؒ نے مختلف اقوال کے درمیان اس طرح جمع کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے صلح کے آپشن میں پہل ہوا، جسے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے منظور کیا۔ اس پیشرفت کو مزید آگے بڑھانے کے لیے حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر کو مکمل اختیار دے کر امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ جیسا کہ صحیح البخاری میں ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے واقعہ صلح کے اثناء میں ذکر کیے جانے والے بعض واقعات پر ناقدانہ تجزیہ اور فوائد کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

ا۔ بعض علماء جیسے ابن جریر طبری، طبرانی اور ابن بطال وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ شہادت علی رضی اللہ عنہ کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ لشکر لے کر شام سے نکل کر مسکن نامی جگہ پہنچے، اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کوفہ سے نکل کر مدائن پہنچے۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ سے ایک خط لکھا، پھر دونوں کی ملاقات ہوئی۔ اس موقع پر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنائی: "أشهدُ أنِّي سمعتُ النبي صلی اللہ علیہ وسلم إنّ ابني هذا سيدٌ......" آخر میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: فجزاكَ اللهُ عنِ المسلمين خيرًا. اس خبر کی صحت تین حوالوں سے محل نظر ہے:

اول: معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود ابتداء صلح کی خواہش ظاہر کی، جیسا کہ مذکورہ حدیث سے واضح ہے۔

دوم: حسن رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر آپس میں ملے ہی نہیں کہ روبرو مخاطب ہوسکیں؛ بلکہ ان کے درمیان صرف مراسلت ہوئی ہے۔

سوم: یہ حدیث ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی ہے، مغیرہ رضی اللہ عنہ کی نہیں۔ پھر یہ کلام صلح اور اجتماع کے بعد ہوا ہے، نہ کہ پہلے، جیسا کہ سعید بن منصور اور بیہقی نے سنداً امام شعبیؒ سے روایت کی ہے۔

۲۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ کی تمام شرائط ومطالبات کو تسلیم کیا تو نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تسلیم کیا۔ اور کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے اور کرانے کی شرط پر بیعت کی۔

اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں داخل ہوا، لوگوں نے ان کی بیعت کی۔ اور اب تک خانہ جنگیوں سے الگ تھلگ رہنے والے صحابہ جیسے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت کی۔

۳۔ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو وعدے کے تحت 300000 درہم، 1000 جوڑے کپڑا، 30 غلام

اور 100 اونٹ پیش کیے، پھر سیدنا حسن ؓ واپس مدینہ تشریف لائے اور معاویہ ؓ دمشق کی طرف لوٹے۔

۴۔ امیر معاویہ ؓ پُرامن صلح چاہتے تھے، اور جناب حسن مجتبیٰ ؓ کے ساتھ خونریز لڑائی نہیں چاہتے تھے۔ آپ ؓ کو یہ بات پسند نہ تھی کہ قتال کر کے مسلمانوں کے اصحاب رائے اور کثرت کے ساتھ عوام قتل ہو جائیں، اور خون خرابہ ہو اور کثرت سے عورتیں بیوہ ہو جائیں؛ بلکہ آپ کو پبلک کے امور، ان کے خون اور عورتوں کی بڑی فکر تھی۔

''مَن لي بامورِهم......'' کے جواب میں ''ذمہ میں لیتا ہوں'' کہنے والے کی تعیین کسی بیرونی خبر سے عمرو بن العاص ؓ ہونے کی تائید نہیں ملی، حدیث میں بظاہر وہی ہے۔

۵۔ اس واقعہ میں حضرت حسن ؓ کی بڑی فضیلت ہے، کیونکہ آپ نے حکومت کو تج کر دیا، یہ قلت لشکر، پست ہمتی یا کسی اور وجہ سے نہ تھی؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر عظیم کو دیکھ کر کیا تھا، جو کہ مسلمانوں کے خون کو بہنے سے بچا کر حاصل ہو رہا تھا۔ آپ ؓ نے امرِ دین اور مصلحتِ امت کا خوب خیال اور رعایت رکھی۔

۶۔ اس حدیث میں خوارج فرقہ پر رد ہے، جو حضرت علی ؓ اور آپ کے حامیان اور امیر معاویہ ؓ اور اس کے رفقاء کو کافر کہنے سے نہیں چوکتے۔ ان پر رد اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے دونوں گروہوں کے مسلمان ہونے کی گواہی دی، نیز ان لوگوں پر بھی رد ہے، جو امیر معاویہ ؓ کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔

محدث سفیان بن عیینہؒ اس حدیث کے بعد کہتے ہیں: قوله ''مِن المسلمين'' يُعجبنا جدًا یعنی آپ ﷺ کا ارشاد ''وہ دونوں مسلمانوں میں ہوں گے۔'' ہمیں بہت بھاتا ہے۔ [تاريخ يعقوب بن سفيان عن الحُميدي وسعيد بن منصور عنه، فتح الباري شرح صحيح البخاري كتاب الصلح باب ۹ كتاب الفتن باب ۲۰]

اس موقع پر آپ ؓ نے فرمایا: ''یہ امر ہمارے اور معاویہ ؓ کے درمیان جھگڑے کا باعث بنا ہوا ہے۔ اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں: ہم اس کے حقدار ہیں یا یہ معاویہ ؓ کا حق ہے۔ میں دونوں صورتوں میں اسے چھوڑ دیتا ہوں۔ غرض یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی امت میں پھوٹ باقی نہ رہے، اور لوگ آپس کی لڑائی اور خونریزی سے بچے رہیں۔

خلافت سے دستبرداری ربیع الأول ۴۱ ہجری میں مکمل ہوئی اور رسول اکرم ﷺ کے فرمان ''خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی۔'' رسول اللہ ﷺ کی وفات سے اس دن تک 30 سال پورے ہوئے۔ اس سال کو ''عام الجماعة'' یعنی ''مسلمانوں کے اتفاق کا سال'' کہا گیا۔

صلح کے بعد آپ ؓ کی پارٹی کے بعض لوگوں نے طرح طرح کے آوازے کسے۔ مگر نواسہ رسول ؓ نے عالی ظرف

کریم النفس، حلیم، صابر اور رجالِ دارِ آخرت ہونے کا پورا پورا ثبوت دیتے ہوئے کسی ملامت ودشنام طرازی کا جواب نہیں دیا؛ کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ نے عجلت میں بغیر سوچے سمجھے یہ فیصلہ نہیں کیا تھا؛ خوب غور وخوض کرنے کے بعد یہ اقدام اٹھایا تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی کل مدت چھ ماہ رہی، جو کہ خلافت راشدہ علیٰ منہاج النبوۃ کا ایک پرتو تھی۔ رضی اللہ وأرضاہ۔

آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کا سانحہ

آپ رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دستبرداری کے بعد 9 برس کا عرصہ مدینہ منورہ میں گزارا۔ صفر یا ربیع الأول ۴۹ ہجری میں بعمر 47 برس انتقال کرگئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ گورنر مدینہ سعید بن العاص نے پڑھائی۔

کہا جاتا ہے کہ آپ کو زہر دیا گیا، آپ فرماتے تھے کہ مجھے بار بار زہر دیا گیا اور ہر مرتبہ پہلی مرتبہ سے زیادہ سخت قسم کا زہر دیا گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کہنے لگے بھائی! کون ہے آپ کو زہر دینے والا؟ فرمایا: تم اس کو قتل کرنا چاہتے ہو؟ کہا: ہاں۔ فرمایا: اگر مجھے زہر دینے والا وہی شخص ہے جس کو میں سمجھ رہا ہوں تو اللہ زیادہ انتقام لینے والا ہے۔ اور اگر وہ نہیں ہے، تو میں نہیں چاہتا کہ تم کسی بے قصور کو قتل کرو۔ [البداية والنهاية] ابن قتیبہ نے المعارف میں قول نقل کیا ہے کہ زہر دینے والا آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث تھی۔ (واللہ أعلم) یہ وہ راز ہے، جسے امام حسن رضی اللہ عنہ نے افشا نہیں کیا، تو کسی اور کو کیسے پتہ چلا؟!

آپ رضی اللہ عنہ کے جنازے میں اس قدر لوگ جمع ہوئے کہ کثرت ازدحام سے بقیع میں جگہ نہ تھی۔ آپ اپنی والدہ فاطمۃ الزہراءؓ کے پہلو میں محوِ خرام ہوئے۔ یہ قبورِ اہل بیت جنت البقیع کی مغربی سمت میں معروف ہیں۔ مدینہ یونیورسٹی میں دوران تعلیم ان کی زیارت ہوتی رہتی تھی۔

ازواج واولاد

آپ رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں کثیر تعداد میں شادیاں کیں۔ خوب طلاق دیتے تھے، یہاں تک کہ ایک بار علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لاتزوّجوا الحسنَ فإنه مِطلاقٌ'' ''لوگو! حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی بیٹیاں مت دو، وہ بہت زیادہ طلاق دینے کا عادی ہے۔'' لیکن لوگ اسے جانتے ہوئے بھی اپنی بیٹی، بہن نکاح میں دیتے تھے اور سعادت محسوس کرتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد کی تعداد کافی زیادہ ہے، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

۱۔ حسن مثنیٰؒ: ان کی ماں خولہ بنت منظور فزاریؒ ہے۔ ان کی نسل اب قائم تک ہے، جن میں سے الشیخ عبدالقادر جیلانی الشافعی بہت مشہور شخصیت ہیں۔

۲۔ زیدؒ اور ام الحسنؒ: ان کی ماں دختر عقبہ بن مسعود بدری ہے۔ان کی نسل بھی باقی ہے۔

۳۔ ابوبکر عبداللہؒ: کربلا میں شہید ہوئے اسے عقبہ غنوی نے قتل کیا۔ یہ قاسم کا شقیق تھا۔

۴۔ عمرؒ: ان کی ماں ثقیف سے تھی۔ یہ عمر کربلا میں شہید ہو کر ان کی نسل ختم ہوئی۔

۵۔ حسینؒ: ان کی ماں ایک ام ولد تھی۔

۶۔ طلحہؒ: ان کی ماں ام اسحاق بنت طلحہ بن عبیداللہ تمیمیؒ ہے۔

۷۔ ام عبداللہؒ: ان کی ماں ایک ام ولد تھی۔

۸-۱۳۔ مذکورہ لوگوں کے علاوہ اسماعیلؒ، حمزہؒ، یعقوبؒ، عبد الرحمٰنؒ اور قاسمؒ ہیں۔ یہ قاسمؒ کربلا میں شہید ہوئے۔ وہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کا ان کے ساتھ نکاح کرایا تھا۔

حسن مثنیٰ کے بیٹے عبداللہ، حسن مثلث، ابراہیم، جعفر اور داؤد ہیں۔اور بیٹیاں فاطمہ، ام سلمہ، ام عبداللہ، ام الحسنین رملہ اور ام الحسن ہیں۔ابو محمد عبداللہ بن حسن مثنی کو موزے پر مسح کرتے ہوئے دیکھ کر پوچھا گیا: آپ مسح کرتے ہیں؟ تو کہا: نعم، قد مسحَ عمرُبن الخطابِ ومَن جعلَ عمرَ بينَه وبينَ اللهِ فقد استوثقَ ''ہاں، بیشک عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی مسح کیا ہے اور جو کوئی عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے اور اللہ کے درمیان رکھتا ہے، بیشک اس نے مضبوط دستے کو پکڑا۔[المعارف ص ۹۳]

امام حسنؓ کی نسل کثرت کے ساتھ پھیلی ہوئی ہے۔سید ابوالحسن علی ندوی عرف علی میاں حسنی علوی ہیں۔

قاری پر واضح ہوا ہوگا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کتنی محبت تھی کہ ان کے نام پر اپنے بیٹوں کا نام رکھا۔ بالکل یہی نام نامی آپ رضی اللہ عنہ کے بعض بھائیوں اور بھتیجوں کا بھی تھا۔حضرات ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے خوب محبت وشفقت کرتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی روایت حدیث

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی احادیث روایت کی ہیں، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ چھوٹی عمر سے حصولِ علم اور روایت حدیث کے کتنے شوقین تھے۔ یہاں بعض احادیث بر سبیل مثال پیش خدمت ہیں:

۱۔ دعائے قنوت: ''علمنی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم 'اللّھمّ اھدنی فیمن ھدیت...... '' [مسند احمد]

۲۔ حدیث ''إنا آل محمد لا تحل لنا الصدقة''

۳۔ "دع ما يريبک إلى مالا يريبک ،فإن الصدق طمأنينة وإن الكذب ريبة"[احمد،ترمذی ، دارمی،نسائی]

سیرت وصورت

آپ ؓ کی صورت اپنے نانا محترم ﷺ سے ہو بہو ملتی جلتی تھی۔

عقبہ بن حارث کی روایت گزر چکی ہے کہ ایک بار ابوبکر ؓ نماز عصر پڑھ کر باہر نکلے، ساتھ علی ؓ بھی تھے، آپ نے حسن ؓ کو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا۔آپ ؓ نے اسے کندھے پر اٹھایا اور کہنے لگا کہ نبی ﷺ سے ملتا جلتا ہے، علی ؓ سے نہیں۔اور علی ؓ ہنس رہے تھے۔[بخاری فضائل الصحابة]

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے مشابہ حسن ؓ سے زیادہ کوئی نہ تھا۔[حوالہ سابقہ]

اس قسم کی روایات خود حضرت علی ؓ، ابوبکر ؓ، عبداللہ بن عباس ؓ، عبداللہ بن الزبیر ؓ اور جحیفہ ؓ سے بھی منقول ہے۔[دیکھئے:جامع ترمذی کتاب المناقب]

آپ ؓ کا معمول تھا کہ فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک مصلی پر رہتے، پھر آنے والوں سے ملتے، چاشت کی نماز پڑھ کر امہات المؤمنین رضي الله عنهن أجمعين کے پاس سلام کے لیے جاتے۔ضرورتمندوں کی امداد میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے۔خوب فیاض، صلح جو اور صدقہ کرنے والے تھے۔کم گو، لڑائی جھگڑوں سے نفرت کرنے والے تھے۔ 25 مرتبہ حج کیا۔2 بار اپنے پورے مال سے علیحدگی اختیار کی، کبھی ایک ہی شخص کو 100000 درہم تک عطا کرتے۔

ایک بار تقریر میں فرمایا:"لوگو! میں کسی مسلمان کے لیے اپنے دل میں کینہ نہیں رکھتا۔تم سب کو اسی نظر سے دیکھتا ہوں جس نظر سے اپنی ذات کو دیکھتا ہوں۔جس اتحاد اور یکجہتی کو تم ناپسند کرتے ہو، وہ اس تفرقے اور اختلاف سے بدرجہا بہتر ہے جسے تم قائم رکھنا چاہتے ہو۔"

فضائل ومناقب بزبان صحابہ ؓ واسلاف ؒ:

آپ ؓ کے ان فضائل کا ذکر گزر چکا ہے، جو نبی ﷺ سے منقول تھے۔یہاں ہم صحابہ کرام ؓ اور ان کے بعد آنے والے علمائے دین کے اقوال ذکر کریں گے:

ا۔ عبدالرحمن بن ابی نعیم الکوفی کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمر ؓ کے پاس تھا کہ ایک شخص نے آپ سے مچھر کے